

کتاب نما

الْوَلَاءُ وَلِبَرَاءَ فِي الْإِسْلَام [اسلام میں دوستی اور دشمنی کا تصور]۔ تالیف: محمد بن سعید

القطانی، ترجمہ: ابواحمد فرحان الجی۔ ناشر: تحریک تعمیر طبع، بی۔ ۲۸، گلہ منڈی، بہاول پور۔

شیخ محمد سعید القحطانی کی یہ تالیف ایسے زمانے میں منظر عام پر آئی ہے، جب مسلم دنیا اندر ہونی اور بیرونی خطرات و خلف شارک شکار ہے، اور ہر باشور فرد کے ذہن میں سوالات اٹھ رہے ہیں کہ اگر دو مسلمان گروہ آپس میں لڑ رہے ہوں تو کیا کیا جائے؟ اگر کوئی مسلم ملک کسی ایسے ملک کا حلیف بن جائے جو اسلام و شہنشہ کے لیے معروف ہے تو اس کا حکم کیا ہو گا؟ مسلمان کس کو دوست اور کس کو دشمن تصور کریں، محبت اور نفرت کی بنیاد کیا ہو؟

فصل اول میں عقیدہ توحید اور علامہ ابن القیم نے کفر کی اقسام سے جو بحث کی ہے، اس کا تذکرہ ہے۔ فصل ثانی میں اللہ کے دوستوں اور شیطان کے دوستوں کے درمیان فطری عداوت کا بیان ہے۔ فصل ثالث میں اس تقسیم پر اہل سنت کا عقیدہ، اور فصل الرابع میں انبیاء کے کرام کے اسوہ حسنہ کے تناظر میں موضوع کا جائزہ لیا گیا ہے۔ فصل الخامس اور فصل السادس میں مکہ اور مدینہ کے تناظر میں اللہ کے دوست اور دشمنوں کا تذکرہ ہے۔ بعد کے مضامین میں غیر مسلموں کے ساتھ مسلمانوں کا روایہ، دارلحرب کے احکام اور پھر دور حاضر میں مسلمانوں کے تعلقات پر گفتگو کی گئی ہے۔ مغربی سازشوں کا تذکرہ ہے اور بعض ان مسلمان مفکرین پر تقدیم ہے جنہوں نے مغرب سے مرجویت کا اظہار کیا۔ آخر میں امت مسلمہ کے اتحاد کے لیے باہمی اخوت پر زور دیتے ہوئے اسلام و دشمن عناصر کے عزم کو ناکام بنانے کے لیے ایک ایسے معاشرے کے قیام پر متوجہ کیا گیا ہے، جو اسلام کے دو راول کی یاد تازہ کر دے۔

بعض مقامات پر مفہوم الجھ گیا ہے، مثلاً: ص ۵۹ پر خوارج کے حوالے سے درج ہے:

”اسی طرح رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خوارج کو قتل کرنے کا حکم صادر فرمایا: تم انھیں جہاں پاؤ قتل کر ڈالو۔ اگر وہ مجھے مل جائیں تو میں قوم عاد کی طرح ان کو قتل کروں گا“، تاریخی طور پر خوارج کا ظہور حضرت علیؑ کے دور میں ہوا۔ اگر حدیث میں اس کا تذکرہ بطور کسی پیش گوئی یا علامت کے طور پر ہے تو ضروری ہے کہ سیاق و سبق بیان کرنے کے بعد حدیث کے الفاظ نقل کیے جائیں۔ یہ ایک اہم دعوتی مسئلہ ہے۔ ایمان کا تقاضا ہے کہ شرک کے ساتھ مکمل دشمنی اور براءت کا اظہار ہو، لیکن مشرک کو دائرۃِ اسلام میں لانے کے لیے اس سے رابطہ، تبادلہ خیال اور اپنے اعلیٰ اخلاقی طرزِ عمل سے اسے اسلام سے قریب لانا قرآن و سنت کا مطالبہ ہے۔

مصنف نے اس معاملے میں قدرے عدم توازن کا اظہار کیا ہے۔ ص ۱۶۶ پر کہا گیا ہے: ”الثالث! جس سے مکمل عداوت و بعض رکھا جائے گا، یعنی جو شخص جو اللہ تعالیٰ، اس کے فرشتوں، اس کی کتابوں، رسولوں اور یوم آخرت کا کفر کرتا ہو۔ اسی طرح اگر کوئی شخص اللہ تعالیٰ کے اسم و صفات میں اہل اسلام کے سوا کسی اور استے پر چلتے ہوئے الحاد کا شکار ہو جائے، یا اہل بدعت اور خواہش پرستوں کے مسلک پر جل پڑے، یا دس نواقضِ اسلام میں سے کسی ایک کا مرتب ہو، تو ان تمام صورتوں میں یہ شخص دائرۃِ اسلام سے خارج متصور ہو گا۔ اس کے ساتھ من جملہ بعض رکھنا واجب ہو جائے گا۔“

جس قطعیت کے ساتھ کتاب میں بعض موضوعات پر اظہار خیال کیا گیا ہے، اس پر دعوتی نقطہ نظر سے نظر ٹانی کی ضرورت ہے۔ شرک اور بدعت سے نفرت تقاضاً ایمان ہے، لیکن مشرک اور بدعتی کو حکمت و زمی کے ساتھ قرآن کریم کے بتائے ہوئے طریقے اور سنت کو سامنے رکھتے ہوئے دین سے قریب لانا اور ہدایت سے روشناس کرانا ایک فریضہ ہے۔ فرعون سے زیادہ باغی اور کون ہو سکتا ہے، اس کے پاس حضرت موسیٰ اور حضرت ہارونؑ کو صحیح وقت جو ہدایت کی گئی وہ جامع دستورِ دعوت ہے: فَقُولَا لَهُ فَوْلًا لَّيْنَا (طہ: ۲۰-۲۳) ”اس سے زمی کے ساتھ بات کرنا“۔

عصر حاضر میں دعوت کا ابادغی وقت ہو سکتا ہے جب ہم شرک والحاد سے مکمل بے تعلقی کے ساتھ مشرکین و ملحدین اور گمراہ افراد تک اپنی دعوت قول عمل کے ساتھ لے کر پہنچیں، اور اپنی حکمت عملی سے انھیں جہنم سے کھینچ کر جنت کی طرف لانے میں کامیاب ہوں۔ (ذاکر انیس احمد)